السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ مسئلہ تقدیر پر روشنی ڈالیں گے، کیا یہ بات درست ہے کہ اصل فعل تو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور کیفیت کے بارے میں انسان کو اختیار دے دیا گیا ہے؟ اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی بندے کی تقدیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ وہ مسجد بنائے گا تو وہ یقینی طور پر ضرور مسجد بنائے گا لیکن مسجد بنانے کی کیفیت کا اختیار اس کی عقل پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر گناہ کا کوئی کام کسی بندے کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے، تو وہ یقینی طور پر اسے کرے گا لیکن اس کے کرنے کی کیفیت کو اس کی عقل پر موقوف چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی تقدیر میں جس اچھے یا برے عمل کا کرنا لکھ دیا گیا ہے، اس کی کیفیت کے بارے میں اسے اختیار دے دیا گیا ہے، تو کیا یہ بات صحیح ہے۔؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

تقدیر کا یہ مسئلہ زمانہ قدیم ہی سے انسانوں کے مابین ایک نزاعی مسئلہ چلا آرہا ہے اس میں لوگ تین قسموں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ ان میں سے دو قسم کے لوگ تو افراط و تفریط میں بتلا ہیں اور ایک گروہ اعتدال پر قائم ہے۔

پہلی قسم:

ان لوگوں کی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے عموم کو دیکھا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے بندے کے اختیار سے آنکھیں بند کرلیں ہیں اس بنیاد پر ان کا کہنا ہے کہ انسان اپنے افعال کے سر انجام دینے کے لیے مجبور ہے اور اسے قطعاً کوئی اختیار حاصل نہیں، لہٰذا انسان کا تیز آندھی وغیرہ کی وجہ سے چھت سے گرنا بالکل اسی طرح ہے جیسے اپنے اختیار سے وہ سیڑھی سے اترتا ہے۔

دوسری قسم:

ان لوگوں کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندے کو اپنے افعال کے کرنے یا نہ کرنے میں مکمل اختیار حاصل ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا ہے اس بناء پر وہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کو سر انجام دینے میں خود مختار ہے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

راہ اعتدال پر قائم لوگوں نے دونوں اسباب کی بنظر بصارت چھان بین کی، اسی بنا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے عموم کو بھی دیکھا اور بندے کے اختیار پر نظر دوڑائی اور کہا کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور بندے کے اختیار سے وجود میں آتا ہے۔ لہٰذا انسان کے چھت سے تیز آندھی وغیرہ کی وجہ سے گرنے اور اپنے اختیار سے سیڑھی سے اترنے میں نمایاں فرق معروف اور نمایاں ہے۔ انسان کا پہلا فعل اس کے اپنے اختیار کے بغیر ہے، جبکہ اس کا دوسرا فعل اس کے اپنے اختیار سے ہے اور یہ دونوں فعل اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں کوئی ایسے کام کی انجام دہی کا وجود نہیں جسے وہ نہ چاہے، لیکن بندہ اسی فعل کا مکلف ہے جو اس کے اختیار سے واقع ہو، لہٰذا جن اوامر یا نواہی کا اسے مکلف قرار دیا گیا ہے وہ یہ کہتے ہوئے ان کی مخالفت نہیں کر سکتا کہ میری تقدیر میں یہی لکھا ہوا تھا کیونکہ احکام الٰہی کی مخالفت کا اقدام تو وہ اس وقت کر سکتا ہے جب کہ اسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے اور احکام الٰہی کی مخالفت کے سلسلے میں اس کا یہ اختیاری اقدام ہی اس کی دنیوی یا اخروی سزا کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے اگر کوئی جابر اسے مخالفت پر مجبور کرے تو اس پر حکم مخالفت ثابت نہیں ہوتا اور عذر کے ثابت ہونے کی وجہ سے اس صورت میں اسے سزا بھی نہیں دی جاتی۔

انسان کو جب یہ معلوم ہے کہ آگ سے بھاگ کر ایسی جگہ چلے جانے کا تعلق جہاں وہ اس سے محفوظ رہے اس کے اختیار سے ہے، اسی طرح خوب صورت، کشادہ اور پاکیزہ مکان میں سکونت اختیار کرنا بھی اس کے اپنے اختیار کے بموجب ہے، حالانکہ آگ سے بھاگنا اور اچھے مکان میں سکونت اختیار کرنا، دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے واقع ہوتے ہیں آگ کی زد میں آئے ہوئے شخص کا اپنی جگہ برقرار رہنا تاکہ آگ اسے اپنی لپیٹ میں لے لے اور بندے کا اچھے مکان میں رہائش اختیار کرنے میں دیر کردنے کو بندے کی خود اپنی طرف سے کوتاہی اور ایسے موقع کو ضائع کردینا شمار کیا جائے گا جس پر وہ ملامت کا مستحق قرار دیا جائے گا، جب یہ بات واضح ہے تو اس بات سے ایسا شخص کیوں بے بہرہ ہے کہ آتش جہنم سے نجات دینے والے اور دخول جنت کو واجب قرار دینے والے اسباب کو ترک کردینا بھی اس کی طرف سے ایسی ہی کوتاہی ہے جو مستحق ملامت ہے؟

یہ مثال کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی بندے کی تقدیر میں لکھ دیا ہو کہ وہ مسجد بنائے گا، تو وہ یہ مسجد تو ضرور بنائے گا لیکن اس کے بنانے کی کیفیت کے بارے میں اختیار اس کی عقل کو دے دیا گیا ہے، ہمارے خیال میں یہ مثال سرے سے درست ہی نہیں۔ کیونکہ اس مثال سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے کی کیفیت کا مستقل اختیار میں عقل کو پورا پورا دخل حاصل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں اسی کے ساتھ مسجد بنانے کی مستقل سوچ کا تعلق تقدیر سے ہے جہاں تک عقل کے عمل دخل کی بنات ہے تو عقل کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسجد بنانے کی اصل سوچ میں بھی بندے کے اختیار کا عمل دخل ہے کیونکہ اسے اس کام پر مجبور نہیں کیا گیا، جس طرح کہ اسے اپنے خاص گھر کے بنانے یا اس میں ترمیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس سوچ کو بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے بندے کی تقدیر میں لکھا ہے الا یہ کہ بندے کو اس کا شعور نہیں۔ کیونکہ جب تک کوئی چیز وقوع پذیر نہ ہو جائے بندے کو اس کے بارے میں یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں اسے لکھ رکھا ہے کیونکہ تقدیر تو قدرت کا ایک ایسا مخفی راز ہے جس کے بارے میں علم اسی وقت یقینی ہو پاتا ہے جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے یا وقوع حسی کی صورت میں اس کے بارے میں مطلع فرمادے۔ اسی طرح کسی چیز کو بنانے کی کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں لکھی ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی

تقدیر اجمالی طور پر بھی لکھی ہے اور تفصیلی طور پر بھی اور یہ ممکن ہی نہیں کہ بندہ کسی ایسی چیز کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ تقدیر کے خلاف ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ بندہ جب کسی چیز کو اختیار کرتا اور اسے سر انجام دیتا ہے تو پھر اسے یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے مطابق ہے، چنانچہ بندہ ان حسی اور ظاہری اسباب کے مطابق مختار ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس فعل کے وقوع کے اسباب کے طور پر مقدر فرما رکھا ہے اور بندہ جب اس فعل کو سر انجام دیتا ہے تو اسے اس بات کا شعور بھی نہیں ہوتا کہ کس نے اسے اس کام پر مجبور کیا ہے، لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اسباب کے مطابق اس فعل کو سر انجام دے ڈالتا ہے تو ہمیں یقینی طور پر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے اجمال اور تفصیل دونوں میں سے دونوں پہلوؤں سے اس کے مقدر میں لکھ رکھا ہے۔

انسان کے گناہ کے بارے میں تم نے جو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کو اس کے مقدر میں لکھ رکھا ہے وہ یقینی طور پر اسے کرے گا، لیکن اس کے کرنے کی کیفیت اور اس کے لیے سعی و کاوش کو اس کی عقل پر چھوڑ دیا گیا ہے، تو اس مثال کے بارے میں بھی ہم وہی کہیں گے جو ہم نے مسجد بنانے کی مثال کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل معصیت کو اس کے مقدر میں لکھ دینا اس کے اختیار کے منافی نہیں، کیونکہ اس فعل کو سر انجام دیتے وقت اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں کیا لکھ رکھا ہے؟ لہٰذا بندے جب اپنے اختیار سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے درانحالیکہ اسے اس بات کا شعور بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اسے اس پر مجبور کر رہا ہے، لیکن جب وہ اس فعل کا ارتکاب کر لیتا ہے اور اسے سر انجام دے ڈالتا ہے تو اس وقت ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس فعل کو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ رکھا تھا، اس طرح گناہ کے کام کا ارتکاب کرنا اور اس کے لیے سعی و کاوش کرنا بھی بندے کے اختیار میں ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر کے مطابق ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو اجمال و تفصیل کے ساتھ مقدر فرما رکھا ہے۔ اسی نے ان اشیاء تک پہنچانے والے تمام اسباب کو بھی مقدر فرمایا ہے۔ اس کے افعال میں سے کوئی چیز بھی ان اسباب سے دور رہ سکتی ہے نہ بندے کے اختیاری یا اضطرابی افعال ہی سے شذوذ کی راہ اختیار کر سکتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَم تَعلَم أَنَّ اللَّهَ يَعلَمُ ما فِى السَّماءِ وَالأَرضِ إِنَّ ذٰلِكَ فى كِتٰبٍ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسيرٌ ٧٠ ... سورة الحج

''کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اللہ اس کو جانتا ہے، یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے بے شک یہ سب کچھ اللہ پر آسان ہے۔''

اور فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلنا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطينَ الإِنسِ وَالجِنِّ يوحى بَعضُهُم إِلىٰ بَعضٍ زُخرُفَ القَولِ غُرورًا وَلَو شاءَ رَبُّكَ ما فَعَلوهُ فَذَرهُم وَما يَفتَرونَ ١١٢ ... سورة الأنعام

''اور اسی طرح ہم نے شیطان (صفت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا، وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور (اے نبی!) اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، لہٰذا آپ ان کو اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔''

اور فرمایا:

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثيرٍ مِنَ المُشرِكينَ قَتلَ أَولٰدِهِم شُرَكاؤُهُم لِيُردوهُم وَلِيَلبِسوا عَلَيهِم دينَهُم وَلَو شاءَ اللَّهُ ما فَعَلوهُ فَذَرهُم وَما يَفتَرونَ ١٣٧ ... سورة الأنعام

''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے دیوتاؤں نے ان کی اولاد کا قتل پسندیدہ بنا رکھا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے لیے ان کا دین مشکوک بنا دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، لہٰذا آپ ان کو اور جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔''

اور فرمایا:

وَلَو شاءَ اللَّهُ مَا اقتَتَلَ الَّذينَ مِن بَعدِهِم مِن بَعدِ ما جاءَتهُمُ البَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اختَلَفوا فَمِنهُم مَن ءامَنَ وَمِنهُم مَن كَفَرَ وَلَو شاءَ اللَّهُ مَا اقتَتَلوا وَلٰكِنَّ اللَّهَ يَفعَلُ ما يُريدُ ٢٥٣ ... سورة البقرة

''اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے پچھلے لوگ اپنے پاس کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا، تو ان میں سے بعض تو ایمان لے آئے اور بعض کافر ہی رہے اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

بندے کو چاہیے کہ وہ ان امور کے بارے میں، جو موجب تشویش ہوں اور ان کے ذریعہ تقدیر کے ساتھ شریعت کی مخالفت کا احتمال ہو نہ تو خود اپنے دل میں کچھ سوچے اور نہ کسی کے ساتھ اس بارے میں بحث و تکرار کرے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ انداز نہ تھا، حالانکہ وہ حقائق کو معلوم کرنے کے لوگوں میں سب سے زیادہ حریص تھے حالانکہ وہ تشنگی کو تسکین بخشنے اور غم و فکر کو دور کرنے والے چشمے سے سب سے قریب تر تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنكُم مِن أَحَدٍ إِلَّا وَقَد كُتِبَ مَقعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ وَمَقعَدُهُ مِنَ النَّارِ فَقُلنا يا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَتَّكِل؟ (وفى رواية أفلا نتكل على كتابنا وندع العمل) قال: لاَ اِعمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّر» (صحيح البخارى، كتاب القدر، باب وكان أمر الله قدرا مقدورا، ومسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمى فى بطن أمه ٢٦٤٧)

''تم میں سے ہر ایک کا جنت یا جہنم میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے۔'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بھروسا نہ کر کے نہ بیٹھ رہیں؟ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ 'کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسا نہ کر لیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟' آپ نے فرمایا: ''نہیں، تم عمل کرو، ہر ایک کے لیے (اس کے عمل کو) آسان کر دیا گیا ہے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

«اِعمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَمَّا مَن كَانَ مِن أَهلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَن كَانَ مِن أَهلِ الشِّقَاءِ فَيُيَسَّرُ بِعَمَلِ أَهلِ الشَّقَاوَةِ» (صحيح البخارى، التفسير، باب: فسنيسره للعسرى ح: ٤٩٤٩ و صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمى فى بطن امه ح: ٢٦٤٧ ومسند احمد: ١/١٢٩)

’’تم عمل کرو، ہر ایک کو اس عمل کی توفیق ملتی رہتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ جو شخص اہل سعادت میں سے ہو، اس کے لیے سعادت کے عمل کو آسان کر دیا جاتا ہے اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہو، اس کے لیے شقاوت وبد بختی کے عمل کو آسان کر دیا جاتا ہے۔‘‘

پھر آپ نے ان آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ٦ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ٧ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ٩ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ١٠ ... سورة الليل

’’توجس نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا، یقیناً ہم اسے آسان طریقے (نیکی) کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، تو یقیناً ہم اسے مشکل راہ (بدی) کے لیے سہولت دیں گے۔‘‘

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب تقدیر پر بھروسا کرتے ہوئے عمل ترک کر دینے سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ اس بات کے معلوم کرنے کا کوئی راستہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب تقدیر میں اس کے لئے کیا لکھ رکھا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں کو اپنی استطاعت اور مقدور کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص بھی نیک عمل کرے اور ایمان لے آئے تو اسے آسان طریقے پر عمل درآمد کی توفیق دے دی جاتی ہے۔ یہی نافع اور ثمر بار دواء ہے، اسی سے انسان عافیت وسعادت حاصل کر سکتا ہے بندے کو چاہیئے کہ وہ ایمان پر مبنی عمل صالح کے لیے سرگرم عمل ہو جائے اور جب اسے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی آسانی کی توفیق مل جائے تو وہ اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، آسان طریقے کی طرف ہماری راہنمائی فرمائے، مشکل اور سخت طریقے سے بچائے اور دنیا و آخرت میں ہمیں معافی کا پروانہ عطاء فرما دے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ارکان اسلام

عقائد کے مسائل: صفحہ 115

محدث فتویٰ